تفسیر زادالمسیر میں امام ابن جوزیؒ کے ہاں ترجیح کے صیغے

THE TERMS OF PREFERENCE IN TAFSEER "ZAD AL-MASIR" BY IMAM IBN AL-JAWZI

عبدالرؤف*

محمد اشفاق**

Abstract:
The interpretive methodology of Imam Abdul Rahman bin Ali bin Muhammad Ibn al-Jawzi in his tafseer Zad al-Masir presents a unique scholarly approach to the preference of various opinions and the usage of terms of preference. This study focuses on method of Imam Ibn al-Jawzi, how he prioritizes one opinion over others and the terms used in this process. In his tafseer, Imam Ibn al-Jawzi employs terms of preference such as "more authentic," "more preferable," "more deserving," "better," "more beloved," "better," and "more apparent" to give priority to specific opinions, which highlights his intellectual and inferential stance. Additionally, he utilizes phrases like "our choice," "the choice," and "and the choice according to me" to express his preferential views. An essential aspect of his methodology is the rejection of certain opinions by labeling them as weak or invalid, such as terms like "and this is an error," and "and this opinion is not acceptable," indicating his preference through these evaluations. This research examines the various applications of these terms of preference in Imam Ibn al-Jawzi's tafseer to better understand his interpretive style and scholarly insight.

Keywords: Tafseer Zad al-Maseer, Ibn al-Jawzi, Method of Preference, Narrational Evidence, Rational Evidence, Preference of Opinions, Methodologies of Commentators, Principles of Exegesis

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن الجوزیؒ (510ھ–597ھ) عباسی دور کے جلیل القدر محدث، مفسر، فقیہ اور واعظ تھے۔ آپ کو اپنے زمانے کے مایہ ناز علما میں شمار کیا جاتا ہے، جنہوں نے علومِ اسلامیہ میں وقیع علمی ذخیرہ امت کے لیے چھوڑا۔ تفسیر کے میدان میں آپ کی مشہور تصنیف زادالمسیر فی علم التفسیر ہے، جو اختصار، جامعیت، اور تنوعِ اقوال کے لحاظ سے ایک بلند پایہ تفسیر شمار ہوتی ہے۔ یہ تفسیر اہل علم میں بالخصوص اس وجہ سے قدر و منزلت رکھتی ہے کہ اس میں امام ابن الجوزیؒ

* ایم فل سکالر، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد (فیصل آباد کیمپس)

** لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد (فیصل آباد کیمپس)

نے تفسیری اقوال کو جمع کرنے کے بعد ان میں ترجیحات بھی ذکر کی ہیں، جو ان کے علمی توازن اور استدلالی بصیرت کی روشن مثال ہے۔

امام ابن الجوزیؒ (متوفی 597ھ) کی تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر، علمِ تفسیر میں ایک اہم اور معتبر مقام رکھتی ہے۔ اس تفسیر کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک اہم پہلو یہ ہے کہ امام ابن الجوزیؒ متعدد تفسیری اقوال نقل کرنے کے بعد ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی یہ ترجیح ہمیشہ کسی علمی بنیاد پر مبنی ہوتی ہے، جیسے: لغوی و نحوی اصول، سیاق و سباق، قرآنی شواہد، یا پھر عقلی و شرعی دلائل۔

ترجیح کے اس عمل میں امام ابن الجوزیؒ مخصوص الفاظ، تعبیرات اور صیغے استعمال کرتے ہیں، جو نہ صرف ان کی علمی رائے کو واضح کرتے ہیں بلکہ قاری کو اس بات کی بھی بصیرت دیتے ہیں کہ وہ کس علمی بنیاد پر ایک قول کو دوسرے پر مقدم کرتے ہیں۔ یہ ترجیحی صیغے در حقیقت ان کے استدلالی منہج اور فکری اسلوب کی نمائندگی کرتے ہیں۔

علمِ تفسیر میں یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ مفسرین جب اپنی ترجیحات بیان کرتے ہیں تو وہ اس کے لیے مختلف اسالیب اور تعبیرات استعمال کرتے ہیں، جن کے ذریعے ان کی علمی ترجیحات واضح ہو جاتی ہیں۔ اسی منہج پر چلتے ہوئے امام ابن الجوزیؒ نے بھی زاد المسیر میں متعدد مقامات پر مختلف صیغوں کے ذریعے اپنی ترجیحات کو بیان کیا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ میں ہم امام ابن الجوزیؒ کے انہی ترجیحی صیغوں کا منظم جائزہ پیش کریں گے۔ سب سے پہلے ان الفاظ کی فہرست ذکر کی جائے گی، جس کے بعد ان شاءاللہ ہر صیغے کی وضاحت، اس کی نوعیت اور مثالوں کے ساتھ تشریح قلمبند کی جائے گی۔

لیکن اس سے پہلے ترجیح کی لغوی واصطلاحی تعریف درج کی جاتی ہے۔

ترجیح کی لغوی تعریف

ابن فارس کے مطابق:

"(رجح) الراء والجيم والحاء أصل واحد، يدل على رزانة وزيادة. يقال: رجح الشيء، وهو راجح، إذا رزن، وهو من الرجحان" [1]

(یہ (رجحان) سے ہے۔ جس کے معنی ثقیل ہونے یا وزن کے زیادہ ہونے کے آتے ہیں۔)

ابن منظور فرماتے ہیں کہ:

"رجح: الرَّاجِحُ: الوازِنُ. ورَجَحَ الشيءَ بِيَدِهِ: رَزَنه ونَظر مَا ثِقْلُه. وأَرْجَحَ الميزانَ أَي أَثقله حَتَّى مَالَ. وأَرْجَحْتُ لِفُلَانٍ ورَجَّحْت تَرْجيحاً إِذا أَعطيته راجِحاً. ورَجَح الشيءُ يَرْجَحُ ويَرْجِحُ ويَرْجُحُ رُجوحاً ورَجَحاناً ورُجْحاناً، ورَجَح الْمِيزَانُ يَرْجَحُ ويَرْجِحُ ويَرْجُحُ رُجْحاناً: مَالَ. وَيُقَالُ: زِنْ وأَرْجِحْ، وأَعْطِ راجِحاً. ورَجَحَ فِي مجلِسه يَرْجُح: ثَقُل فَلَمْ يَخِفَّ" [2]

یعنی راجح کا مطلب ہے :وزن کرنے والا۔

رَجَحَ الشيءَ بِيَدِهِ :اس نے کسی چیز کو ہاتھ میں تولا اور اس کے وزن کو پرکھا۔

أَرْجَحَ الميزانَ :اس نے ترازو کو بھاری کر دیا یہاں تک کہ وہ جھک گیا۔

أَرْجَحْتُ لِفُلَانٍ ورَجَّحْتُ تَرْجِيحًا :میں نے فلاں کو راجح (زیادہ وزنی یا افضل) چیز دی۔

رَجَحَ الشيءُ يَرْجَحُ ويَرْجِحُ ويَرْجُحُ رُجوحًا ورَجَحانًا ورُجْحانًا :کوئی چیز بھاری ہو گئی یا وزنی ہو گئی۔

رَجَحَ الْمِيزَانُ يَرْجَحُ ويَرْجِحُ ويَرْجُحُ رُجْحَانًا :ترازو جھک گیا (کسی چیز کے زیادہ وزنی ہونے کی وجہ سے)۔ کہا جاتا ہے :زِنْ وأَرْجِحْ (تولو اور راجح چیز دو)، اور أَعْطِ راجِحًا (افضل اور بھاری چیز دو)۔

رَجَحَ فِي مَجْلِسِهِ يَرْجُحُ :وہ اپنی مجلس میں وزنی اور باوقار تھا، ہلکا نہیں تھا۔

"کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم" میں ہے:

"التّرجيح: [الانكليزية] Probability، Preference [الفرنسية] Probabilite، preference بالجيم في اللغة جعل الشيء راجحا أي فاضلا غالبا زائدا. ويطلق مجازا على اعتقاد الرجحان" [3]

"ترجیح انگریزی (Probability, Preference) فرانسیسی Probabilité, (Préférence) لغوی طور پر ترجیح کا مطلب کسی چیز کو راجح یعنی فاضل، غالب اور زائد بنانا ہے۔ مجازاً اس کا اطلاق رجحان کے اعتقاد پر بھی ہوتا ہے۔"

دستور العلماء میں ہے:

"التَّرْجِيح: فِي اللُّغَة (افزوني دادن) وَفِي الِاصْطِلَاح عبارَة عَن بَيَان فضل أحد المثلين على الآخر بِحَسب الْوَصْف لَا بِكَثْرَة الْأَدِلَّة. وَالْمرَاد بِالْوَصْفِ الْمَعْنى الزَّائِد على الْعلَّة أَي الْمَعْنى الَّذِي لَا يكون لَهُ مدْخل فِي الْعلية وَلَا يُوجد فِي الآخر" [4]

(ترجیح کا لغوی معنی (افزونی دینا، بڑھانا) ہے، اور اصطلاح میں اس کا مطلب ہے: دو متشابہ چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر کسی خاص وصف کی بنیاد پر فوقیت دینا، نہ کہ دلائل کی کثرت کی بنا پر۔ یہاں وصف سے مراد وہ اضافی معنی ہے جو علت (حکم کی وجہ) سے الگ ہو، یعنی وہ ایسا معنی جو علت میں داخل نہ ہو اور دوسرے (قول یا دلیل) میں پایا نہ جاتا ہو۔)

ترجیح کی اصطلاحی تعریف

امام زرکشی نے اس کی تعریف یوں کی ہے "تقوية إحدى الأمارتين على الأخرى بما ليس ظاهراً " [5]

(ایک دلیل کو دوسری دلیل پر اس چیز کی بنیاد پر فوقیت دینا جو ظاہر نہ ہو۔)

ایک اور یہ تعریف بھی کی گئی ہے:"تقوية إحدى الأمارتين على الأخرى لدليل " [6]

(ایک دلیل کو دوسری دلیل پر کسی دلیل کی بنیاد پر فوقیت دینا ترجیح کہلاتا ہے۔)

لغوی واصطلاحی تعریف کے درمیان تعلق

اب تک کی باتوں سے یہ واضح ہے کہ لغت میں ترجیح کے معنی اضافہ، وزن اور ثقل کے آتے ہیں۔ یہی بات اصطلاح میں بھی پائی جاتی ہے۔ یعنی کسی بھی مسئلے میں راجح قول وہ ہے جس میں معنوی قوت اور ثقل ہو، جو صحیح دلائل سے مزین ہو اور اس میں دیگر مرجوحہ اقوال کے مقابلے میں زیادہ دلائل ہوں۔ [7]

ترجیح کے صیغے

علامہ ابن جوزیؒ نے عموماً تین طرح کے صیغے استعمال کیے ہیں۔

اسم تفضیل کے صیغے

بعض مقامات پر ترجیح بیان کرنے کے لیے علامہ ابن جوزیؒ نے اسم تفضیل کے صیغے بیان کیے ہیں اور ان کے ذریعے ترجیح بیان کی ہے۔ یہ صیغے مندرجہ ذیل ہیں:

اصح،الاصح
ارجح
اولی
اجود
احب الی
احسن
الأظهر

اسم تفضیل کے علاوہ صیغے

بعض دیگر مقامات پر آپ نے اسم تفضیل کے علاوہ صیغے استعمال کیے ہیں اور ان کے ذریعے ترجیح بیان کی ہے اور یہ مندرجہ ذیل ہیں:

اختیارنا
الاختیار
والاختیار عندی
وهو الحق عندنا

ضعف والے صیغے

بعض مقامات پر آپ نے کچھ اقوال کی تضعیف کرتے ہوئے اپنی ترجیح کو متعین کیا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان اقوال کے غیر کو ترجیح دے رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے آپ نے مندرجہ ذیل صیغے استعمال فرمائے ہیں:

وهذا خطأ
وهو قول ضعيف
وهذا القول ليس بشيء
وهذا القول لا يرتضى
وفي هذا القول بُعْد
وهذا قول مردود
وهذا باطل
ولا يثبت هذا القول

مذکورہ صیغوں کی وضاحت: ترجیح میں اسمِ تفضیل کا استعمال

اصح، الاصح

یہ صیغہ "صحّ يصحّ" (باب ضرب) سے ماخوذ اسمِ تفضیل ہے جس کا معنٰی ہے "سب سے صحیح" اس صیغے کا علامہ ابن جوزیؒ نے کثرت سے استعمال کیا ہے اور اکثر مقامات پر اسی کے ذریعے ہی اپنی ترجیح کو ذکر کیا ہے۔ مثلا وَإِذْ قُلْنا لِلْمَلائِكَةِ اسْجُدُوا کی تفسیر میں ملائکہ سے کون سے فرشتے مراد ہیں؟ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وفي هؤلاء الملائكة قولان:أحدهما: أنهم جميع الملائكة، قاله السدي عن أشياخه. والثاني: أنهم طائفة من الملائكة، روي عن ابن عباس، والأول أصح" [8]

(اور ان فرشتوں کے بارے میں دو قول ہیں: ایک یہ تمام فرشتے ہیں، یہ قول سدّی نے اپنے اساتذہ سے نقل کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ فرشتوں کا ایک گروہ ہے، یہ قول ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔)

یا اسی مادہ سے بعض دیگر الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پہ وهذا القول هو الصحيح کا استعمال کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"فقد ذكرنا أن معنى قوله تعالى: وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذلِكَ، أي: في العدة قبل انقضاء القروء الثلاثة، وهذا القول هو الصحيح" [9]

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذلِكَ" (اور ان کے شوہر انہیں لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں اس دوران) کا مطلب یہ ہے کہ عدت کے دوران، تین حیض مکمل ہونے سے پہلے شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ اور یہی قول صحیح ہے۔

ارجح

رجح یرجح سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور صراحتا ترجیح پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا استعمال بھی امام ابن جوزیؒ نے بعض مقامات پر کیا ہے مثلا: "سخريّا" کی قراءت کے بارے کہتے ہیں:

"قال أبو علي: قراءة من كسر أرجح من قراءة من ضمّ" [10]

(ابو علی (الفارسی) نے کہا: جس قاری نے کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا، اس کی قراءت اس قاری کی قراءت سے زیادہ راجح (ترجیح یافتہ) ہے جس نے ضمہ (پیش) کے ساتھ پڑھا۔)

یہاں امام ابن جوزیؒ ابو علی فارسی کے قول سے ترجیح دے رہے ہیں اور لفظ جو استعمال کیا ہے وہ "ارجح" ہے آپ فرماتے ہیں: یہ قول امام ابو علی الفارسی کا ہے جو ایک ماہر نحوی تھے۔ اس میں وہ دو قراءتوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دے رہے ہیں۔ ترجیح کی بنیاد نحوی اصول یا لغوی مناسبت ہو سکتی ہے۔ اس جملے میں "أَرجح" ایک صریح ترجیحی لفظ ہے، جو بتاتا ہے کہ کس قراءت کو زیادہ درست یا مضبوط سمجھا جا رہا ہے۔

اولیٰ

ولی یلی سے برتر اور افضل کے معنی میں اسم تفضیل کا ہی صیغہ ہے، اس کا استعمال بھی امام ابن جوزیؒ نے بعض مقامات پر کیا ہے مثلاً: خیر امنہما ہے یا خیر امنہما اس کے بارے کہتے ہیں:

"قال أبو علي: الإفراد أولى، لأنه أقرب إلى الجَنَّة المفردة في قوله: وَدَخَلَ جَنَّتَهُ، والتثنية لا تمتنع، لتقدم ذِكْر الجَنَّتين" [11]

(ابو علی (الفارسی) نے کہا: افرَاد (یعنی واحد لفظ) کو ترجیح حاصل ہے، کیونکہ یہ آیت "وَدَخَلَ جَنَّتَهُ" میں مذکور واحد جنت کے زیادہ قریب ہے، البتہ تثنیہ (دو کا صیغہ) بھی ممکن ہے، کیونکہ اس سے پہلے دو جنتوں کا ذکر آچکا ہے۔)

یہ قول ایک نحوی ترجیح کی مثال ہے، جس میں ابو علی الفارسی واحد اور تثنیہ کے صیغے میں سے واحد کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک واحد کا استعمال زیادہ مناسب ہے کیونکہ سیاق میں پہلے ایک جنت کا ذکر ہے۔ تاہم وہ تثنیہ کے جواز کو بھی رد نہیں کرتے، کیونکہ پہلے دو جنتوں کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

اس قول میں "الأولى" ایک واضح ترجیحی لفظ ہے، جو کسی ایک صیغے کو ترجیح دینے پر دلالت کرتا ہے۔

اجود

جاد یجود سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے زیادہ عمدہ، علامہ ابن جوزیؒ نے اپنی تفسیر میں اس صیغہ کو بھی استعمال فرمایا ہے مثال کے طور پر القثاء کی قراءت کے بارے فرماتے ہیں:

"وفي «القثاء» لغتان: كسر القاف، وضمها، والكسر أجود، وبه قرأ الجمهور" [12]

("القثاء" (کھیرا) کے بارے میں دو لغتیں ہیں: ایک قاف کے کسرہ کے ساتھ ہے، اور دوسرا قاف کو ضمہ دینا ہے، اور کسرہ زیادہ بہتر ہے، اور جمہور نے اسی طرح پڑھا ہے۔)

امام ابن الجوزیؒ نے یہاں "الكسر أجود" کہہ کر کسر کو ترجیح دی ہے اور اسے بہتر سمجھا ہے۔ یہ لفظ ان کے منہج میں ایک ایسی ترجیحی دلیل ہے جسے وہ کسی خاص قراءت یا قول کی افضلیت کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ امام ابن الجوزیؒ زبان یا قراءت میں معیار کے لحاظ سے کس کو زیادہ درست یا بہترین سمجھتے ہیں۔

احبُّ اليَّ

حبَّ يحِبُّ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے علامہ ابن جوزیؒ نے اس کو بھی ترجیح کے لیے استعمال فرمایا ہے جیسا کہ نَسْياً کی قراءت کے بارے فرماتے ہیں:

"قوله تعالى: وَكُنْتُ نَسْياً مَنْسِيًّا قرأ ابن كثير، ونافع، وأبو عمرو، وابن عامر، والكسائي، وأبو بكر عن عاصم، بكسر النون، وقرأ حمزة، وحفص عن عاصم: «نَسياً» بفتح النون، قال الفرّاء:وأصحاب عبد الله يقرءون: «نسيا» بفتح النون وسائر العرب بكسرها، وهما لغتان، مثل الجَسر والجِسر، والوَتر والوِتر ،والفتحأحبإليَّ" [13]

(اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا" ابن کثیر، نافع، ابو عمرو، ابن عامر، کسائی، اور عاصم سے ابو بکر نے نون کے کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا۔ جبکہ حمزہ اور حفص عن عاصم نے نون کے فتحہ (زبر) کے ساتھ پڑھا۔ فرّاء نے کہا: عبداللہ بن مسعود کے اصحاب نے بھی فتحہ (زبر) کے ساتھ پڑھا، جبکہ اکثر عرب کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھتے ہیں۔)

یہ دونوں لغتیں ہیں، جیسے "الجَسر/الجِسر" اور "الوَتر/الوِتر"۔ اور میرے نزدیک فتحہ (زبر) والی قراءت زیادہ پسندیدہ ہے۔

یہاں قراءت کے اختلاف کو بیان کیا گیا ہے کہ بعض قراء نے "نَسيًا" کو فتحہ کے ساتھ اور بعض نے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔ فرّاء نے دونوں کو درست لغات قرار دیا، مگر ساتھ ہی واضح کیا کہ فتحہ والی قراءت ان کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

ان کے الفاظ "الفتح أحب إليّ" ایک ترجیحی جملہ ہے، جو شخصی یا لغوی ذوق پر مبنی ترجیح کو ظاہر کرتا ہے، اگرچہ وہ مطلق رجحان پر مبنی ہو نہ کہ دلیل پر۔ اس کو علامہ ابن جوزی نے بطور ترجیحی لفظ ذکر کیا ہے۔

احسن

حسن یحسن سے اسم تفضیل بمعنٰی "زیادہ خوبصورت" ہے۔ امام ابن جوزیؒ نے ترجیح دینے کے لیے اسے بھی استعمال فرمایا ہے جیسے سورۃ الذّٰریٰت کی آیۃ نمبر 46 کے تحت فرماتے ہیں:

قوله تعالى: وَقَوْمَ نُوحٍ مِنْ قَبْلُ قرأ أبو عمرو إلاّ عبد الوارث، وحمزة، والكسائي: بخفض الميم، وروى عبد الوارث رفع الميم. والباقون بنصبها. وقال الزجاج: من خفض (القوم) فالمعنى:وفي قومِ نوحٍ آيةٌ، ومن نصب فهو عطف على معنى قوله: «فأخذتْهم الصّاعقةُ» فإن معناه: أهلكْناهم، فيكون المعنى: وأهلَكْنا قومَ نوح، والأحسن أن يكون محمولاً على قوله: «فأَخذْناه وجنوده فنبذْناهم في اليمِّ» لأن

المعنى: أغرقناه، وأغرقْنا قومَ نوح. [14]

اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ"

ابو عمرو (سوائے عبدالوارث کے)، حمزہ اور کسائی نے میم کو زیر (خفض) کے ساتھ پڑھا۔ عبدالوارث سے رفع (پیش) کے ساتھ روایت ہے۔ جبکہ باقی قراء نے اسے نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا۔ زجاج نے کہا: جس نے خفض کے ساتھ پڑھا، مطلب یہ ہے کہ "قومِ نوح میں نشانی ہے"۔ اور جس نے نصب کے ساتھ پڑھا، وہ جملہ "فأخذتهم الصاعقة" کے مفہوم پر معطوف ہے، یعنی "ہم نے انہیں ہلاک کیا"، تو مطلب ہوگا: "اور ہم نے قومِ نوح کو ہلاک کیا"۔

اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ اس قول پر محمول ہو: "فأخذناه وجنوده فنبذناهم في اليمّ" کیونکہ مطلب ہے: "ہم نے اسے غرق کیا"، تو اس کا مطلب ہوگا: "ہم نے فرعون کو غرق کیا، اور ہم نے قومِ نوح کو بھی غرق کیا"۔

اس آیت میں "قوم نوح" کے لفظ پر تین قراءتیں ہیں: خفض، رفع، اور نصب۔

زجاج نے تینوں کے معانی بیان کیے، مگر آخر میں "والأحسن" کے ذریعے نصب والی قراءت کو ترجیح دی، کیونکہ وہ سیاق کے ساتھ زیادہ ہم آہنگ ہے۔ یہ ترجیح نحوی تجزیے اور سیاقی ربط پر مبنی ہے، اور "والأحسن" ایک واضح ترجیحی لفظ ہے۔

الأظهر

ظهر يظهر سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کا مطلب "زیادہ ظاہر" ہے۔ اسے بھی علامہ ابن جوزیؒ نے اپنی ترجیح بیان کرنے کے لیے استعمال کیا ہے مثلا فرشتوں کے آدم کو سجدہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وفي صفة سجودهم لآدم قولان: أحدهما: أنه على صفة سجود الصلاة، وهو الأظهر. والثاني:أنه الانحناء والميل المساوي للركوع" [15]

آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کی کیفیت کے بارے میں دو اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ وہ نماز کے سجدے کی مانند تھا، اور یہی زیادہ ظاہر (واضح و مضبوط) ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ محض جھکنا اور رکوع کے برابر جھکاؤ تھا۔

یہاں سجدۂ آدم کی نوعیت پر دو آراء بیان کی گئی ہیں۔

پہلی رائے سجدۂ نماز جیسی مکمل پیشانی ٹیکنے والی صورت کو ظاہر کرتی ہے، جبکہ دوسری رائے اسے محض رکوع جیسا جھکاؤ کہتی ہے۔

امام ابن الجوزیؒ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے، اور ترجیح کے لیے "وهو الأظهر" کا استعمال کیا ہے، جو ایک معروف ترجیحی لفظ ہے، اور اس کا مطلب ہوتا ہے "یہی رائے زیادہ واضح اور قوی ہے"۔

ترجیح میں غیر اسمِ تفضیل صیغوں کا استعمال

اختیار

اس کا لفظی معنٰی ہے "اختیار" اس لفظِ "اختیار" کو آپ نے تین طریقوں سے استعمال فرمایا ہے:

i. اختیارنا یعنی "ہمارا اختیار"

ii. الاختیار یعنی "اختیار"

iii. والاختیار عندی یعنی "میرے نزدیک اختیار"

ان تینوں کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

اختیارنا

سورۃ توبہ کی آیۃ نمبر 37 کے تحت يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا میں بہ کی ہاء ضمیر کے مرجع کے بارے لکھتے ہیں:

"وقال ابن القاسم: الهاء في «به» راجعة إلى النسيء، وأصل النسيء: المنسوء، أي: المؤخَّر، فينصرف عن «مفعول» إلى «فعيل» كما قيل: مطبوخ وطبيخ، ومقدور وقدير، قال: وقيل: الهاء راجعة إلى الظلم، لأن النسيء كَشَفَ تأويل الظلم، فجرى مجرى المظهر والأوّل اختيارنا"[16]

ابن القاسم نے کہا: "**بِه**" میں جو "ہاء" ہے، وہ النسيء کی طرف راجع ہے، اور "النسيء" کا اصل "المنسوء" (یعنی مؤخر کیا گیا) ہے،

جو "مفعول" سے "فعیل" کے وزن پر منتقل ہو گیا، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "مطبوخ/طبیخ" اور "مقدور/قدیر"۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ "ہاء" الظلم کی طرف راجع ہے، کیونکہ "النسیء" ظلم کی تفسیر کو واضح کرتا ہے، تو وہ "مظہر" کے قائم مقام ہو گیا۔ اور پہلا قول ہمارا منتخب کردہ ہے۔

یہاں "بِهِ" کی ضمیر کی مرجع کے متعلق دو اقوال بیان کیے گئے: ایک وہ النسیء کی طرف لوٹتی ہے۔ دوسرا وہ الظلم کی طرف لوٹتی ہے۔ امام ابن الجوزیؒ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے، اور ترجیح کے لیے جملہ "**والأول اختيارنا**" استعمال کیا ہے، جو ایک واضح ترجیحی اسلوب ہے اور بتاتا ہے کہ مختلف اقوال میں سے انہوں نے ایک کو اپنا منتخب کردہ قول قرار دیا۔

الاختيار

لفظ "الوقود" کی واؤ کی حرکت کے بارے میں کہتے ہیں:

"والوقود: بفتح الواو: الحطب، وبضمها: التوقد، كالوضوء بالفتح: الماء، وبالضم: المصدر، وهو اسم حركات المتوضّئ. وقرأ الحسن وقتادة: وُقودها، بضم الواو، والاختيار الفتح" [17]

("الوقود" واو کے زبر (فتح) کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہے: لکڑی یا ایندھن، اور واو کے پیش کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہے: بھڑکنا یا جلنا (توقد)، جیسے "الوُضوء" زبر کے ساتھ پانی کے لیے، اور ضم کے ساتھ وضو کرنے کے عمل کے لیے آتا ہے۔ حسن اور قتادہ نے اسے "وُقودها" واو کے پیش کے

ساتھ پڑھا، اور ترجیح والا قول فتح ہے۔)

یہاں ابن الجوزیؒ نے "الوقود" کے تلفظ اور معنی کے دو طریقے ذکر کیے: فتح کے ساتھ: بمعنی ایندھن (یعنی جلنے والا مادہ جیسے لکڑیاں)

ضم کے ساتھ: بمعنی جلنے کا عمل (توقد) پھر حسن اور قتادہ کی قراءت نقل کرنے کے بعد ابن الجوزیؒ نے فرمایا:

"والاختيار الفتح" یعنی "فتح والی قراءت کو ہم ترجیح دیتے ہیں"۔

الاختیار عندی

"قال ابن الأنباري: فعلى قول من قال: إن معنى «مه» الكف، يحسن الوقف على «مه»، والاختيار عندي أن لا يوقف على «مه» دون «ما» لأنّهما في المصحف حرف واحد" [18]

(ابن الانباری نے کہا: جو لوگ کہتے ہیں کہ "مَهْ" کا مطلب روکنا (کف) ہے، ان کے قول کے مطابق "مَهْ" پر وقف کرنا بہتر ہے۔ لیکن میری رائے میں (ابن الجوزیؒ)، "مَهْ" پر "ما" کے بغیر "وقف نہ کرنا بہتر ہے"، کیونکہ یہ دونوں (مَهْ ما) مصحف میں ایک ہی حرف کی صورت میں لکھے گئے ہیں۔

یہاں ابن الجوزیؒ نے "مَهْ" (روکنے کے لیے تنبیہ کا لفظ) اور "ما" کے درمیان وقف (رکنے) کے متعلق اختلافی اقوال ذکر کیے، اور امام ابن الأنباري کے حوالے سے ایک قول یہ بیان کیا کہ صرف "مَهْ" پر وقف کرنا مناسب ہے۔

تاہم، امام ابن الجوزیؒ نے فرمایا: "والاختيار عندي أن لا يوقف على «مه» دون «ما»" یعنی "میری رائے میں بہتر یہ ہے کہ "مَهْ" پر بغیر "ما" کے وقف نہ کیا جائے"۔

یہاں امام ابن الجوزیؒ نے "الاختيار عندي" کے ذریعے اپنی ترجیح کو واضح کیا۔

وهو الحق عندنا

اس کا مطلب ہے "ہمارے نزدیک حق یہی ہے" علامہ ابن جوزیؒ نے ترجیح دینے کے لیے اس کو بھی استعمال فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورۃ کہف آیت نمبر 50 کے تحت لکھتے ہیں:

"قوله تعالى: فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ فيه ثلاثة أقوال: أحدها: خرج عن طاعة ربه، تقول العرب:فسَقت الرُّطَبة من قشرها: إذا خرجت منه، قاله الفراء، وابن قتيبة. والثاني: أتاه الفسق لما أُمر فعصى، فكان سبب فسقه عن أمر ربه، قال الزجاج: وهذا مذهب الخليل وسيبويه، وهو الحق عندنا. والثالث:ففسق عن ردِّ أمر ربِّه، حكاه الزجاج عن قطرب" [19]

(اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ" میں تین اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ: "فسق" کا مطلب ہے اپنے رب کی اطاعت سے نکل جانا۔ عرب کہتے ہیں: "فسقت الرطبة من قشرها" یعنی "گیلی کھجور کا پھل اپنے چھلکے سے باہر نکل گیا"، یہ قول فراء اور ابن قتیبہ کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ: اسے

فسق اس وقت لاحق ہوا جب اسے حکم دیا گیا مگر اس نے نافرمانی کی، یعنی نافرمانی ہی اس کے فسق کا سبب بنی۔ یہ قول زجاج کا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ یہ خلیل اور سیبویہ کا مسلک ہے، پھر امام ابن الجوزیؒ نے فرمایا: "و هو الحق عندنا" یعنی یہی قول ہمارے نزدیک حق ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ: اس نے اللہ کے حکم کو رد کرنے میں فسق کیا، یہ قول قطرب سے منقول ہے، جسے زجاج نے بیان کیا۔

اس مقام پر امام ابن الجوزیؒ نے تین تفسیری اقوال ذکر کیے، اور دوسرے قول کو "و هو الحق عندنا" کہہ کر ترجیح دی ہے۔ جو کہ ایک ترجیحی جملہ ہے۔

تضعیف کے صیغے بطور ترجیح

و هذا خطأ

اس کا معنیٰ ہے کہ "یہ غلط ہے" بعض مقامات پر امام ابن جوزیؒ نے اس لفظ کو استعمال کرتے ہوئے اپنی ترجیح کو واضح کیا ہے بایں طور کہ اس کا غیر راجح ہے۔ جیسے "السبت" کی وجہ تسمیہ کے بارے لکھتے ہیں:

"وقال بعضهم: سمي سبتاً، لأن الله تعالى أمرهم بالاستراحة فيه من الأعمال، وهذا خطأ، لأنه لا يعرف في كلام العرب: سبت بمعنى: استراح" [20]

(اور بعض لوگوں نے کہا: اسے "سبت" اس لیے کہا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دن کاموں سے آرام کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن یہ غلط ہے، کیونکہ عربی زبان میں "سبت" کا معنی "آرام کرنا" معروف نہیں ہے۔)

امام ابن الجوزیؒ نے یہاں جس قول کو رد کیا ہے، اسے "خطأ" (غلط) کہہ کر واضح ترجیح دی ہے کہ یہ قول درست نہیں۔ یہ لفظ ان کے ترجیحی الفاظ میں سے ہے جو وہ کسی قول کے رد و تضعیف کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

یہ انداز ان کی تفسیر میں کئی مقامات پر نظر آتا ہے، جہاں وہ مختصراً کسی قول کو ضعیف یا غیر معتبر کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں۔

و هو قول ضعيف

اس کا مطلب ہے "یہ قول کمزور ہے" بعض جگہوں پر ان الفاظ کے ساتھ کسی موقف کا ضعف واضح کرتے ہیں۔ جیسے سورۃ النساء کی آیت نمبر 31 میں موجود لفظ "الکبائر" کی تفسیر میں نواں قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والتاسع: أنها كلُّ ما عُصي الله به، روي عن ابن عباس، وعبيدة، وهو قول ضعيف" [21]

(اور نواں قول یہ ہے کہ وہ (یعنی کبائر) ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے اللہ کی نافرمانی کی جائے، یہ قول ابن عباس اور عبیدہ سے مروی ہے، اور یہ قول کمزور ہے۔)

امام ابن الجوزیؒ نے یہاں" وھو قول ضعیف " کہہ کر اس قول کو ترجیحی درجہ نہیں دیا، بلکہ اسے رد کر دیا۔ اور یہ ان الفاظ میں سے ہے جو وہ کسی قول کے ضعف کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور یہ ان کے ترجیحی اسلوب کا اہم جزو ہے۔

وهذا القول ليس بشيء

اس کا معنٰی ہے "یہ قول کچھ نہیں ہے" ان الفاظ کے ساتھ بھی امام ابن جوزیؒ نے اپنی ترجیح کا اظہار کیا ہے اور ان الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے ایک قول کا ضعف واضح کیا ہے جیسے "الاثم" کو خمر کا نام قرار دینے والے قول کے بارے لکھتے ہیں:

"«الإثم» اسمٌ للخمر. وهذا القول ليس بشيء" [22]

("اثم" خمر (شراب) کا نام ہے یہ قول کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔)

امام ابن الجوزیؒ نے یہاں اس قول کو "ليس بشيء" کہہ کر صراحتاً رد کیا ہے۔ یہ تعبیر اُن کے ترجیحی الفاظ میں سے ہے جو وہ کسی قول کے بالکل ناقابلِ قبول ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ الفاظ ان کے ترجیحی منہج میں شدید ضعف یا بطلان کی نشان دہی کرتے ہیں۔

وهذا القول لا يرتضى

اس کا مطلب ہے کہ "یہ قول پسندیدہ نہیں ہے" ان الفاظ کو بھی امام ابن جوزی نے اقوال کے ضعف کی وضاحت کے لیے استعمال کیا جیسے سورۃ الانعام کی آیۃ نمبر 86 کے تحت ابراہیم علیہ السلام کے "هذا رَبِّي" کہنے کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وهذا يدل على نوع تحيير، قالوا: وإنما قال هذا في حال طفولته على ما سبق إلى وهمه، قبل أن يثبت عنده دليل. وهذا القول لا يرتضى" [23]

(یہ (قول) ایک طرح کی حیرانی پر دلالت کرتا ہے۔ (کہنے والوں نے کہا) یہ بات انہوں نے بچپن کی حالت میں کہی تھی، اس وھم پر جو ان کے ذہن میں پہلے آیا، اس سے قبل کہ اس کے پاس کوئی دلیل ثابت ہو۔ اور یہ قول قابلِ قبول نہیں۔)

امام ابن الجوزیؒ نے یہاں اس قول کو "لا يُرتَضى" کہہ کر رد کر دیا ہے۔ یہ تعبیر ان کے ترجیحی اسلوب میں اس وقت استعمال ہوتی ہے جب وہ نرمی کے ساتھ کسی قول کو ناقابلِ ترجیح قرار دیتے ہیں۔ اس میں ادب اور تنبیہ دونوں کا پہلو ہوتا ہے کہ یہ بات قبول کیے جانے کے لائق نہیں۔

وفي هذا القول بُعْد

اس کا معنی ہے "اس قول میں بُعد ہے" اسکو آپ نے ضعف اقوال کے لیے استعمال فرمایا ہے جیسے سورۃ الانفال کی آیۃ نمبر 5 میں "كما" کے بارے میں پانچواں قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والخامس: أن «كما» في موضع قَسَم، معناها: والذي أخرجك من بيتك، قاله أبو عبيدة، واحتج بأن «ما» في موضع «الذي» ومنه قوله: وَما خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثى،

قاله ابن الأنباري. وفي هذا القول بُعْد، لأن الكاف ليست من حروف الاقسام." [24]

(پانچواں قول یہ ہے کہ "كما" قسم کے مقام میں ہے، یعنی اس کا مطلب ہے: "قسم ہے اُس ذات کی جس نے تمہیں تمہارے گھر سے نکالا"، یہ قول ابو عبیدہ نے کہا اور اس پر یوں استدلال کیا کہ "ما" کا مطلب یہاں "الذي" (جو) ہے، جیسے قرآن میں ہے: وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰی، یہ ابن الانباری کا بھی قول ہے۔ مگر اس قول میں دوری (بعید) ہے، کیونکہ "کاف" حروفِ قسم میں سے نہیں ہے۔

امام ابن الجوزیؒ نے یہاں "في هذا القول بُعد" کہہ کر اس قول کو غیر راجح قرار دیا ہے۔ یہ ان کا معتدل انداز میں ترجیحی لفظ ہے، جو وہ اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی قول بظاہر ممکن تو ہو، مگر لغوی یا اصولی اعتبار سے کمزور ہو۔ یہ تعبیر نہایت مہذب انداز میں کسی رائے کی عدم قبولیت یا ضعف کی طرف اشارہ کرتی ہے، اور ان کے ترجیحی اسلوب کا خاص حصہ ہے۔

وهذا قول مردود

اس کا مطلب ہے کہ "یہ قول قابل رد ہے" علامہ ابن جوزی نے ان الفاظ کے ساتھ بھی ضعف اقوال کو واضح کیا ہے جیسے بابل کی وجہ تسمیہ کے بارے لکھتے ہیں:

"قال السدي: لما سقط الصرح، تَبَلْبَلَتْ أَلْسُن الناس من الفزع، فتكلموا بثلاثة وسبعين لساناً، فلذلك سميت «بابل»، وإنما كان لسان الناس قبل ذلك بالسريانية، وهذا قول مردود، لأن التَّبَلْبُلَ يُوجب الاختلاط والتكلمَ بشيء غير مستقيم" [25]

(سدّی نے کہا: جب وہ بلند عمارت (صرح) گری، تو لوگوں کی زبانیں گھبراہٹ کے سبب گڈمڈ ہو گئیں، اور وہ تہتر (73) زبانوں میں بولنے لگے، اسی لیے اسے "بابل" کہا گیا۔ اس سے پہلے لوگوں کی زبان سریانی تھی۔ لیکن یہ قول مسترد ہے، کیونکہ "تَبَلْبُل" (انتشار) کا مطلب ہے اختلاط اور ایسی گفتگو کرنا جو غیر منظم ہو۔)

امام ابن الجوزیؒ نے یہاں "قول مردود" کہہ کر اس روایت کو واضح طور پر رد کر دیا ہے۔ یہ لفظ ان کے ترجیحی اسلوب میں ان مواقع پر آتا ہے جب وہ کسی قول کو دلائل کی روشنی میں باطل یا ناقابل قبول قرار دیتے ہیں۔ یہ لفظ قوت کے ساتھ عدمِ قبولیت کو ظاہر کرتا ہے اور ترجیحی منہج کا نہایت اہم جزو ہے۔

وهذا باطل

اس کا معنٰی ہے کہ "یہ باطل ہے" ان الفاظ کے ساتھ بھی علامہ ابن جوزی نے اقوال کے ضعف کو واضح کیا ہے۔ جیسے سورۃ الزمر کی آیۃ نمبر 11 کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وقد اختلفوا في نسخ هذه الآية كما بيّنّا في نظيرتها في الأنعام. قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصاً لَهُ دِينِي بالتوحيد، فَاعْبُدُوا ما شِئْتُمْ، وهذا تهديد، وبعضهم يقول: هو منسوخ بآية السيف، وهذا باطل، لأنه لو كان أمراً كان منسوخاً، فأمّا أن يكون بمعنى الوعيد،

فلا وجه لِنَسْخه" [26]

(اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، جیسا کہ ہم نے اس کی نظیر سورہ انعام میں بیان کی ہے۔ اللہ فرماتا ہے: "(کہو! میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، اپنے دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے ہوئے "یعنی توحید پر قائم رہتے ہوئے)۔ "پس تم جو چاہو عبادت کرو" یہ ایک وعید (دھمکی) ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت "آیتِ سیف" (قتال کی آیت) سے منسوخ ہو گئی ہے، لیکن یہ قول باطل ہے، کیونکہ اگر یہ کوئی حکم ہوتا تو منسوخ ہو سکتا تھا، لیکن جب اس کا مفہوم وعید (دھمکی) ہے تو اس کے نسخ کی کوئی گنجائش نہیں۔)

امام ابن الجوزیؒ نے یہاں یہ وضاحت کی ہے کہ "فَاعْبُدُوا ما شِئْتُمْ" کا مطلب حقیقی امر نہیں بلکہ وعید (دھمکی) ہے، لہٰذا اس پر "آیۂ سیف" کے ذریعے نسخ کا دعویٰ کرنا باطل ہے۔ لفظ "وهذا باطل" یہاں صریح طور پر قول کے ضعف اور عدمِ صحت کو ظاہر کرنے کے لیے آیا ہے، اور یہ ابن الجوزیؒ کے ان ترجیحی الفاظ میں شامل ہے جن کے ذریعے وہ کسی قول کو دوٹوک رد کرتے ہیں۔

ولا يثبت هذا القول

اس کا معنٰی ہے "یہ قول ثابت نہیں ہے" اس کو بھی ضعف اقوال کے لیے امام ابن جوزیؒ لے کر آئے ہیں جیسے سورۃ یٰس کی آیۃ 55 میں في شغل کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وفيه ثلاثة أقوال: أحدها: أن شغلهم افتضاض العذارى، رواه شقيق عن ابن مسعود، ومجاهد عن ابن عباس، وبه قال سعيد بن المسيب، وقتادة، والضحاك. والثاني: ضرب الأوتار، رواه عكرمة عن ابن عباس وعن عكرمة كالقولين، ولا يثبت هذا القول. والثالث: النِّعمة" [27]

(اس میں تین اقوال ہیں: پہلا قول: ان کے مشغول ہونے کا مطلب "کنواری لڑکیوں سے تعلق قائم کرنا" ہے۔ یہ قول ابن مسعود سے شقیق اور ابن عباس سے مجاہد نے روایت کیا ہے، اور سعید بن مسیب، قتادہ، اور ضحاک نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ دوسرا قول: اس سے مراد "باجے بجانا اور ساز کے تار بجانا" ہے۔ یہ قول عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے، اور عکرمہ سے دونوں اقوال (پہلا اور دوسرا) مروی ہیں، لیکن یہ قول ثابت نہیں۔ تیسرا قول: اس سے مراد "نعمت اور آسائش" ہے۔)

امام ابن الجوزیؒ نے یہاں "لا يثبت هذا القول" کہہ کر دوسرے قول کو رد کر دیا ہے جو ساز کے تاروں کے بارے میں تھا۔ یہ ترجیحی لفظ ان کے منہج کا حصہ ہے جس کے ذریعے وہ کسی قول کو ثابت نہ ہونے کی بنیاد پر ناقص یا مردود قرار دیتے ہیں۔

خلاصہ

امام ابن جوزیؒ نے اپنی تفسیر زاد المسیر میں ترجیحات کے اظہار کے لیے مختلف صیغے استعمال کیے ہیں، جنہیں تین بنیادی اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: امام ابن جوزیؒ نے زیادہ صحیح، راجح یا بہتر قول کی نشاندہی کے لیے اصح، الاصح، ارجح، اولی، اجود، احب الی، احسن، الاظهر جیسے الفاظ استعمال کیے۔ مثال کے طور پر، اصح کے تحت انہوں نے بعض اقوال کو زیادہ مستند قرار دیا، جیسے فرشتوں کے آدم علیہ السلام کو سجدے کے بارے میں فرماتے ہیں: "پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

اسم تفضیل کے علاوہ دیگر صیغے ان میں اختیارنا، الاختیار، والاختیار عندی، وھو الحق عندنا جیسے الفاظ شامل ہیں، جن سے امام ابن جوزیؒ اپنے نزدیک راجح قول کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کسی قراءت کے بارے میں کہتے ہیں: "الاختیار الفتح "یعنی" فتح مختار ہے"۔

ضعف والے صیغے: بعض اقوال کی کمزوری یا رد کے لیے انہوں نے وھذا خطأ، ھو قول ضعیف، ھذا القول لیس بشيء، ھذا القول لا یرتضی، ھذا قول مردود، ھذا باطل، ولا یثبت ھذا القول جیسے الفاظ استعمال کیے۔

مثال کے طور پر "وھذا قول مردود "کہ کر بعض ضعیف روایات کو مسترد کرتے ہیں۔

تجاویز و سفارشات

آخر میں چند دیگر پہلو جو تحقیق و توجہ کے متقاضی ہیں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تاکہ دیگر محققین کے لیے دائرہ کار کا تعین کیا جا سکے۔

- امام ابن الجوزیؒ کے ترجیحی الفاظ کا موازنہ دیگر مفسرین سے کیا جائے تاکہ واضح ہو کہ ان کا اسلوب ترجیح کس قدر منفرد اور مخصوص ہے، نیز دیگر مفسرین کے ترجیحی الفاظ کے استعمال سے کس پہلو سے مختلف ہے۔
- ترجیحی الفاظ کی لغوی و نحوی تحقیق کی جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ امام ابن الجوزیؒ ان الفاظ کو کن سیاق و سباق میں استعمال کرتے ہیں، اور ان کے استعمال میں زبان کی باریکیاں کس طرح جھلکتی ہیں۔
- امام ابن الجوزیؒ کے ترجیحی الفاظ کے اثرات پر تحقیقی کام کیا جائے کہ آیا ان کے بعد آنے والے مفسرین نے ان کے الفاظ اور اسلوب کو اپنایا یا اس سے اختلاف کیا، اور ان کا علمی رسوخ کن طبقات پر اثر انداز ہوا۔
- ترجیحی الفاظ کے ترجمے اور مفہوم پر الگ سے تحقیق کی جائے تاکہ ان اصطلاحات کے وہ معانی بھی سامنے آ سکیں جو عمومی ترجمے میں نظروں سے اوجھل رہ جاتے ہیں، خاص طور پر اردو تفاسیر میں ان کی وضاحت کی ضرورت ہے۔

- امام ابن الجوزیؒ کے ترجیحی اسلوب پر مزید تخصصی تحقیقی مقالے لکھے جائیں جو صرف ایک خاص قسم کے ترجیحی الفاظ (مثلاً: تفضیلی صیغے یا ضعف کے الفاظ) کو موضوع بنائیں، تاکہ ہر نوع پر مفصل علمی کام ہو سکے۔

حوالہ جات

1- ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر، بیروت، 1399ھ، ج2، ص489

2- ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور، ابو الفضل، لسان العرب، دار صادر، بیروت، لبنان، ط سوم 1414ھ، ج2، ص445

3- تھانوی، محمد بن علي ابن القاضي، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، مکتبۃ لبنان ناشرون، بیروت، ط: اول 1996ء، ج1 ص415

4- احمد نگري، القاضي عبد النبي بن عبد الرسول، دستور العلماء جامع العلوم في اصطلاحات الفنون، دار الکتب العلمیۃ، لبنان، بیروت، ط: اول 1421ھ، ج1 ص197

5- الزرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتبی، ط: اول، 1414ھ، ج6، ص130

6- ابن نجار حنبلی، محمد بن أحمد بن عبد العزیز بن علي الفتوحي، شرح الکوکب المنیر، مکتبہ العبیکان، ط: دوم، 1418ھ ج4 ص616

7- الحفناوی، محمد ابراہیم محمد، التعارض والترجیح، دار الوفاء للطباعۃ والنشر والتوزیع، المنصورہ، مصر، ط: دوم 1408ھ، ص285

8- ابن الجوزی، عبد الرحمٰن بن علی، ابو الفرج، زاد المسیر فی علم التفسیر، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ط: اول 1422ھ، ج1 ص 54

9- ایضاً، ج1 ص201

10- ایضاً، ج3 ص272

11- ایضاً، ج3 ص84

12- ایضاً، ج1 ص71

13- ایضاً، ج3 ص125

14- ایضاً، ج4 ص172

15- ایضاً، ج1 ص54

16- ایضاً، ج2 ص258

17- ایضاً، ج1 ص44

18- ایضاً، ج2 ص147

19- ایضاً، ج3 ص90

20- ایضاً، ج1 ص74

21- ایضاً، ج1 ص398

22- ایضاً، ج1 ص583

-23 ایضاً، ج2ص48

-24 ایضاً، ج2ص189

-25 ایضاً، ج2ص556

-26 ایضاً، ج4ص11

-27 ایضاً، ج3ص527